ایک مغالطہ کا علمی جائزہ

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

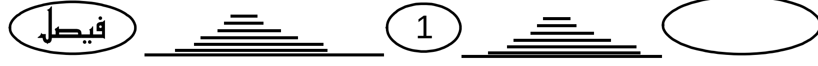
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

ایک مغالطہ کا علمی جائزہ



ایک مغالطہ کا علمی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

تقریباً چھ ماہ قبل کی بات ہے کہ محترم جناب عبدالرحیم صاحب نیلسندر (بنگلور) نے احقر کے پاس ایک رسالہ بنام ''مسلمانوں پر آفتوں کے اسباب، عبادت کی کمی یا کچھ اور؟'' روانہ کیا اور اس پر تبصرہ کرنے کی فرمائش کی۔ یہ رسالہ ریسرچ بیوریو دلیت ساہتیہ اکیڈمی کی فکر کا نتیجہ اور تحقیق کا نچوڑ ہے، اور اس کا ترجمہ اڈوکیٹ ایس اے مجیب اور اڈوکیٹ اقبال احمد شریف نامی صاحبان نے کیا ہے۔

میں نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور وقتِ فرصت پا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ رسالہ پراگندہ خیالات، غیر معقول نظریات اور بے تکی باتوں کا مجموعہ ہے اور عبارت بھی ایسی بے ڈھنگی و بے ترتیب ہے کہ بعض جگہ مراد ہی واضح نہیں ہو رہی ہے۔

یہ دیکھ کر احقر نے خیال کیا کہ ایسی بے تکی باتوں اور غیر معقول نظریات کی تردید و تنقید کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر جناب محترم عبدالرحیم صاحب کی طرف سے اصرار و تقاضا ہوا کہ اس رسالہ کا جواب ضرور لکھا جائے تا کہ اس کی وجہ سے جو لوگ تردد و تذبذب کا شکار ہوئے ہیں یا جن لوگوں پر ان غلط و بے تکی باتوں کا انکشاف ہی نہیں ہوا ہے ان کی اصلاح ہو سکے، انہی کے اصرار پر ارادہ کیا کہ چند ضروری امور پیش کر کے حقیقت کو واشگاف کروں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور صحیح رہنمائی فرمائے۔ **اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ. آمین یارب العٰلمین.**

فقط

محمد شعیب اللہ خان عفی عنہ

۲۱/ا کتوبر/۱۹۹۳/۱۴۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مغالطہ اور اس کا علمی جائزہ

رسالہ ''مسلمانوں پر آفتوں کے اسباب، عبادت کی کمی یا کچھ اور''؟ سرورق پر یہ عبارت درج کی گئی ہے ''علماءِ دین و مسلم قیادت سے جواب طلبی''

جس سے بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان مدعیانِ تحقیق نے بڑی عرق ریزی سے مصائب اور آفات کے اسباب تلاش کر لیے ہوں گے اور وہاں تک ان کی عقل نے رسائی پالی ہوگی کہ علماء و قائدینِ اسلام وہاں تک نہیں پہنچے ہیں۔ مگر رسالہ دیکھنے کے بعد بڑا افسوس ہوتا ہے کہ مدعیانِ تحقیق نے کوئی بات بھی عقل کی نہیں کہی۔ رسالہ مذکورہ میں تحقیق کے بجائے چند دعوے ہیں۔ جن پر کوئی دلیل نہیں دی گئی ہے اور جس کو دلیل خیال کر کے پیش کیا ہے وہ مفیدِ مطلب نہیں ہے جیسا کہ واضح ہوگا۔

علماء کا تحقیقی جواب:

رسالہ کے شروع ہی میں ان مدعیانِ تحقیق نے لکھا ہے کہ ہم نے بہت علماء دین سے سوال کیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر آفت و مصیبت کیوں آرہی ہے، حالانکہ وہ ہندوؤں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے اور نہ ہندوں نے اس کی شکایت کی ہے۔ پھر کیوں مسلمان مارے اور قتل کئے جا رہے ہیں؟ ان علماء کا جواب یہ تھا کہ ہم اسلام کی تعلیمات پر نہیں چل رہے ہیں۔ ہماری اخلاقی زندگی خراب ہو چکی ہے۔ (رسالہ مذکورہ:۳)

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ علماء کا جواب دو باتوں پر مشتمل ہے۔ ایک تعلیماتِ اسلام پر عمل میں کوتاہی۔ دوسرے اخلاقی زندگی کی خرابی و خستہ حالی۔ اور روز روشن کی طرح یہ دونوں باتیں واضح ہیں۔ مسلمانوں کے مصائب و مشکلات

میں ان دونوں امور کا بڑا دخل ہے۔

علماء کی دلیل:

علماء کے اس ارشاد کی دلیل قرآن مجید کی بے شمار آیتیں ہیں، اس لیے کہ قرآن اہل اسلام کے نزدیک اللہ کا کلام ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا اور نہ وہم کا شکار ہوسکتا ہے۔ ہم یہاں صرف چند آیات کو پیش کرتے اور ان کی تشریح کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے فرمایا کہ:

﴿ وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَائِيْلَ فِى الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ،فَاِذَا جَا ءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُوْلِى بَاْ سٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلاَلَ الدِّيَارِ وَكَا نَ وَعَدًا مَّفْعُوْ لاً ،ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِأَ مْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْراً،اِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَاِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَاِذَاجَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْءٗ وُجُهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواالْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْ هُ اَوَّلَ مَرَّ ةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْامَا عَلَوْ تَتْبِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل:۴۔۷)

(ہم نے صاف کہہ سنایا بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم خرابی کروگے ملک میں دوبارہ اور سرکشی کروگے بڑی سرکشی۔ پھر جب آیا پہلا وعدہ بھیجے ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے، پھر پھیل پڑے شہروں میں اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا، پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر اور قوت دی تم کو مال سے اور بیٹوں سے، اور اس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر۔ اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا اپنا، اور اگر برائی کی تو اپنے لئے، پھر جب پہنچا وعدہ دوسرا بھیجے اور بندے کہ اداس کر دیں کہ دین تمہارے منہ، اور گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور خراب کر دیں جس جگہ غالب ہوں پوری خرابی۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

ان آیات میں اجمالاً دو واقعوں کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک بار معاصی میں انہماک کیا تو ان پر اعداء (دشمن) مسلط ہوئے اور ان کو تباہ کیا، پھر ذرا شرارت کم ہوئی تو پھر سنبھل گئے، مگر بعد چندے پھر ویسی ہی شرارت کی اور پھر اسی طرح تباہ ہوئے۔ (۱)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کہ اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہونگے۔ اسی طرح ہوا، ایک بار جالوت غالب ہوا، پھر حق تعالیٰ نے اس کو داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک کیا، پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت دی، حضرت سلیمان کی سلطنت میں دوسری بار فارسی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا، تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ (۲)

آیات متذکرہ بالا اور علماء کی تفسیروں سے واضح ہوا کہ بنی اسرائیل نے معاصی و گناہ کے کام کیے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کفار کو مسلّط کیا، جنہوں نے ان کو تباہ کیا اور بیت المقدس میں گھس کر اس کی بے حرمتی کی۔ یہ بنی اسرائیل پر مسلط ہونے والے بادشاہ بخت نصّر اور جالوت خبیث قسم کے دشمنِ خدا تھے، مگر اللہ نے ان کو مسلمانوں پر مسلّط کیا اور یہ گناہوں کی وجہ سے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدائی تعلیمات پر نہ چلنا، آفات و مصائب کا سبب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

دس صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی تو قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا کی جائے گی اور جس قوم نے عہد شکنی کی، اس پر اللہ تعالیٰ دشمن قوم کو مسلط کر دے گا، جو ان سے جبراً ان کا

(۱) بیان القرآن (۲) بحوالہ تفسیر عثمانی

مال چھین لے گی۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناپ تول میں کمی کرنا یا عہد شکنی کرنا جو اخلاقی خرابیاں ہیں،ان پر اللہ کی طرف سے یہ عذاب آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم حاکموں اور دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے، جو مال و جان کے لیے خطرہ بن جاتے ہیں۔

نمونے کے لئے قرآن سے ایک دلیل اور حدیث سے ایک دلیل پیش کی گئی ہے۔قرآن کی دلیل سے خدا کی نافرمانی پر اہل اسلام پر دشمنوں کا تسلط اور ان کے ہاتھوں انکی تباہی وہلاکت بیان کی گئی ہے، اور حدیث میں اخلاقی گراوٹ پر اسی عذاب کو بتایا گیا ہے۔اس سے علما کے جواب کا مدلل ہونا ثابت ہوگیا۔لہذا علما کا یہ کہنا کہ یہ آفات اس لئے مسلمانوں پر آتی ہیں کہ وہ اسلام پر نہیں چلتے اور اخلاق خراب ہوگئے ہیں، صحیح ہے۔

۞ علما کے سکتہ کی وجہ:

مگر مدعیان تحقیق نے رسالہ مذکورہ میں لوگوں کو دھوکہ دینے اور علما کی وقعت کو گھٹانے کے لیے کہا ہے کہ:

جب ہم نے ان عالموں سے اس جواب کی تشریح کرنے اور مثالیں پیش کر نے کے لیے کہا تو پہلے پہل وہ سکتے میں آگئے۔(رسالہ مذکورہ:۳)

میں کہتا ہوں کہ یہ سکتہ اس وجہ سے نہیں ہوا تھا کہ ان کو تشریح کرنا مشکل تھا یا انہوں نے کوئی غلط بات کہہ دی تھی،جس کو مدلل کرنا انہیں پریشان کر رہا تھا۔ بلکہ انکو یہ سکتہ اس لیے ہوا تھا کہ ان کے سامنے ایسے جاہل وان پڑھ لوگ تھے،جنہیں کھلی ہوئی بات وحقیقت کی تشریح کی ضرورت پیش آرہی تھی اور وہ اس کے لئے مثالیں پوچھ رہے تھے۔ مدعیان تحقیق کی اس غفلت وجہالت پر علما وقائدین کو حیرت ہوئی

(۱)ابن ماجہ:مختصرا:۴۰۰۹،معجم کبیر:۱۱/۴۵،معجم اوسط:۶۱/۵

اور وہ سکتہ میں آ گئے۔انہوں نے سوچا ہوگا کہ یہ محقق جاہل کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ آج امت مسلمہ نماز، روزہ، زکوۃ جیسے بنیادی فرائض سے بھی غافل ہے؟ کیا اس کے لئے تشریح وتمثیل کی ضرورت ہے؟

علما کی تشریح اور مدعیان تحقیق کی کج فہمی:

ان مدعیانِ تحقیق نے علما کے سکتہ میں آ جانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

(ان علماء نے) پھر کچھ وقت تک سوچ کر جواب دیا۔ہم روزانہ نماز نہیں پڑھتے، رمضان کے روزے نہیں رکھتے اور خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چلتے۔(رسالہ مذکورہ:۳)

حضرات علماء کا یہ تشریحی وتمثیلی جواب ہے جو مدعیانِ تحقیق کے اس سوال کے جواب میں دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمات اسلام پر نہ چلنے کی تشریح کیجئے اور مثال دیجئے۔اس جواب سے ان مدعیان تحقیق نے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ علماء کے نزدیک عبادت کی کمی ہی آفات کا سبب ہے اور اسی پر غالباً رسالہ کا نام اس طرح رکھا گیا ہے!''مسلمانوں پر آفتوں کے اسباب،عبادت کی کمی یا کچھ اور؟

اولاً : تو یہ سمجھنا چاہیے کہ علما نے اپنے جواب کی تشریح کی ہے اور نماز، روزے سے غفلت یا اس میں کمی کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور یہ بتانا چاہا ہے کہ تعلیمات اسلام پر نہ چلنے کا جو ذکر ہم نے کیا ہے، اس کی کھلی ہوئی دلیل ومثال نماز، روزہ جیسے بنیادی عبادات میں غفلت ہے۔اس سے یہ کیسے اور کیوں سمجھ لیا گیا کہ صرف عبادت کی کمی آفات کا سبب ہے؟ افسوس کہ جو علماء کے کلام کو سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے وہ علماء پر تنقید کی جرأت کرتے ہیں۔فیاللعجب!!!

ثانیاً: خود علماء نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ ہم خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چلتے۔اس عموم کے باوجود یہ نتیجہ پیدا کرنا کہ علماء کے نزدیک صرف

عبادات کی کمی آفات کا سبب ہے اور رسالہ کا عنوان اسی پر قائم کرنا کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

ثالثاً: ان مدعیانِ تحقیق نے خود آگے چل کر نقل کیا ہے کہ آفات ومصائب کے اسباب میں بعض نے مسلمانوں میں لیڈر نہ ہونے کا اور بعض نے اتحاد نہ ہونے کا اور کسی نے قرآنی احکامات میں کوتاہی کا اور کسی نے لاعلمی کا ذکر کیا۔ (رسالہ مذکورہ:۴)

پھر رسالے کے عنوان میں سب کو چھوڑ کر عبادت کی کمی کا ذکر کر کے لوگوں کو دھوکے میں کیوں ڈالا؟ شاید یہ بھی تحقیق کی کوئی قسم ہوگی!

۞ کیا یہ بیکار کی اور سطحی باتیں ہیں:

مدعیانِ عقل وتحقیق نے رسالہ مذکورہ میں آفات کے مذکورہ بالا اسباب نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ہمیں ان جوابات سے تسلی نہیں ہوئی، ہم نے ان جوابات پر غور کیا اور ہمیں معلوم ہوا کہ یہ سب سطحی باتیں ہیں۔ (رسالہ مذکورہ)

غور کیجیے کہ کس قدر جرأت ہے؟ اور بلا جھجک دعوی بے دلیل کس طرح کیا جا رہا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اوپر کے نقل کردہ اسباب میں سے بعض مثلاً اسکولوں کی تعلیم میں کوتاہی وغیرہ کو سطحی کہا جا سکتا ہے۔ مگر قرآنی احکامات پر اور اسلامی تعلیمات پر نہ چلنا، اور معاصی کا ارتکاب کرنا، قرآن اور حدیث کی رو سے آفات ومصائب کے اسباب (۱) ہیں، ان کو سطحی قرار دینا قرآن وحدیث سے جہالت کے ساتھ ساتھ انکی توہین وانکار بھی ہے۔

ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت، قرآن وحدیث کی رو سے آفت کا سبب ہے۔ یہ تحقیق پیش کرنے والے اگر اہل اسلام میں سے ہیں، تو ان کو اپنی اس ضلالت پر توبہ کرنا چاہیے اور اہل اسلام سے نہیں ہیں تو ان کی خدمت میں

(۱) اس موضوع پر راقم کا رسالہ ''انحطاط وپریشانیوں کے اسباب اور راہِ عمل'' کا مطالعہ کیجیے

عرض ہے کہ ہم اہل اسلام ہر چیز کے لئے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔محض اپنی عقل اور تجربہ پر بھروسہ نہیں کرتے، بلکہ عقل کو قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے کام میں لاتے ہیں لہذا قرآن وحدیث کے خلاف آپ کی تحقیق آپ ہی کو مبارک ہو۔ہمیں نہ اسکی ضرورت ہے اور نہ اس سے ہمیں کوئی واسطہ۔آپ کو ہمارے معاملات میں مشورہ دینے کی ضرورت نہیں اور نہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہمدردی کی حاجت۔

خودساختہ فلسفہ اوراس پرتبصرہ:

ان مدعیان تحقیق نے آگے چل کر دو تین صفحات میں نہایت بے ترتیب عبارت میں یہی خودساختہ فلسفہ پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ:

اسلام نے دوطرح کے عمل مقرر کیے ہیں: ایک حقوق اللہ، جس میں نماز، روزہ ذکر وغیرہ ہیں۔ دوسرے حقوق العباد، حقوق اللہ میں کوتاہی سے صرف اس کوتاہی کرنے والے پر گناہ ہوتا ہے مگر لوگوں کی طرف سے اس پر ظلم وزیادتی کا سبب یہ نہیں ہوسکتا۔ البتہ حقوق العباد میں کوتاہی کرنے سے ان پر ظلم وزیادتی ہوسکتی ہے۔

(رسالہ مذکورہ:۴۔۷)

ہم نے مدعیان تحقیق کی عبارت کا جو خلاصہ پیش کیا ہے، یہ ایسی پراگندہ اور منتشر عبارت سے نکالا گیا ہے، جس کی مراد نہایت درجہ خفا میں ہے۔ بہت مشکل سے سیاق وسباق پر گہری نظر رکھتے ہوئے محتاط طریقہ پر یہ خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اگر ان کی مراد کچھ اور ہوتو وہ اپنی مراد کو کسی صحیح لکھنے والے سے لکھوا کر پیش کریں۔اب ہم اوپر کے درج شدہ خلاصہ پر تبصرہ کرتے ہیں.

اولاً: حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جوفرق کیا گیا ہے وہ بلا دلیل ہے۔کوئی آیت یا حدیث اسکی دلیل میں پیش نہیں کی گئی ہے اور ہم نے اوپر واضح کیا ہے۔اللہ

نافرمانی پر اللہ کی طرف سے دشمن کو مسلط کر کے عذاب دیا جاتا ہے اور یہ نافرمانی مطلق بیان کی گئی ہے، جس میں حقوق اللہ میں کوتاہی بھی ضرور شامل ہے۔ اس کے علاوہ مزید ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾(طه:۱۲۵)

(اور جو شخص میرے ذکر سے منہ موڑا اس کے لئے تنگ زندگی ہے)

اس آیت میں ذکر سے غفلت پر تنگ زندگی کی وعید سنائی گئی ہے۔ ذکر سے بعض علماء نے قرآن مراد لیا ہے اور بعض نے احکام خداوندی اور بعض نے تلاوتِ قرآن۔(۱)

اور تنگ زندگی یہی ہے جس میں آج لوگ مبتلا ہیں کہ ان پر ظلم ڈھایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ درندگی و بربریت کا معاملہ کیا جاتا ہے، گھروں کو لوٹا اور دکانوں کو جلایا جاتا ہے، ان کی معیشت کو تباہ کیا جاتا ہے۔ غور کیجیے کہ تنگ زندگی کا عذاب کس بنا پر بتایا گیا ہے۔ قرآن سے غفلت پر، تلاوت قرآن سے غفلت پر۔ ظاہر ہے کہ تلاوت تو اللہ کے ذکر کی ایک قسم ہے۔ اس میں کوتاہی اور غفلت پر تنگ زندگی کا عذاب سنایا گیا ہے اور ذکر حقوق اللہ میں سے ہے۔ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ میں بھی کوتاہی پر اس ظلم و زیادتی کا عذاب آتا ہے۔

ثانیاً: ان کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ (مدعیان تحقیق) لوگوں کی طرف سے ظلم و زیادتی کو خدا کا عذاب نہیں سمجھتے۔ اسی لئے لکھا ہے کہ نماز، روزہ میں کوتاہی پر گناہ ہوتا ہے، مگر یہ سیاسی و معاشی نفرت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ (رسالہ مذکورہ:۷)

مگر یہ ان لوگوں کی کوتاہ نظری کا نتیجہ ہے۔ احادیث میں صراحت کے ساتھ وارد ہے کہ گناہوں کے نتیجہ میں اللہ تعالی گناہگاروں پر دشمنوں اور ظالموں کو مسلط

---
(۱) قرطبی:۲۵۸/۱۱

کر دیتے ہیں اور یہ ظالم لوگ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ بھی خدا کے عذاب کی ایک شکل ہے۔نمونے کے طور پر کچھ احادیث ملاحظہ کیجیے۔

(۱) ایک لمبی حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

بادشاہوں کا دل میرے ہاتھ میں ہے۔ جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو بادشاہوں کے دل ان پر غصہ وانتقام کے لئے پھیر دیتا ہوں جس سے وہ ان کو سخت تکلیف پہنچاتے ہیں۔(۱)

(۲) فرمایا کہ کسی جماعت پر اللہ کا غصہ ہوتا ہے تو نرخ میں گرانی کر دیتے اور بدترین لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں۔(۲)

(۳) فرمایا کہ جب میری امت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے اور بازاروں کی تعمیر کو نمایاں کرنے لگے اور مال کی خاطر نکاح کرنے لگے، تو حق تعالیٰ ان پر چار چیزیں مسلط کر دیتا ہے۔ (۱) زمانے کا قحط (۲) بادشاہ کا ظلم (۳) حکام کی خیانت (۴) دشمنوں کا حملہ۔(۳)

ان احادیث میں حقوق اللہ وحقوق العباد میں کمی وکوتاہی پر دوسرے عذابات کے ساتھ حکام وبادشاہوں کا ظلم، اور دشمنوں کا حملہ بھی مذکور ہے، اور تیسری حدیث خاص امت محمدیہ کے بارے میں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ظالم حکام ودشمنوں کا حملہ بھی اللہ کے عذاب کی ایک شکل ہے۔

انتباہ: مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر ظلم وزیادتی عذاب ہی بن کر آتی ہے۔نہیں؛ بلکہ یہ کہنا ہے کہ یہ عذاب کی ایک شکل ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ لوگ نافرمانی ومعصیت میں مبتلا ہوں۔اور بغیر معصیت کے یہ چیز پیش آئے تو اس کے اسباب دوسرے ہوتے ہیں۔مثلاً درجات کی بلندی وغیرہ۔اس کی تفصیل کا یہ

(۱) معجم اوسط:۹/۹، حلیۃ الاولیاء:۲/۳۸۸ (۲) فردوس:۳/۵۴ (۳) رواہ الحاکم:۴/۳۶۱

موقعہ نہیں، یہاں صرف یہی بتانا ہے کہ دشمنوں کی طرف سے حملہ اور ظلم وزیادتی، خدا کی نافرمانی ومعصیت کی سزا بھی ہوتی ہے جیسا کہ حدیثوں سے واضح ہوا۔

مسلمان اور حقوق العباد:

اکیڈمی نے اپنے مطالعہ ومعائنہ کا حوالہ دیکر وضاحت کی ہے کہ:

حقوق العباد کے معاملے میں مسلم عوام پوری طرح کامیاب ہیں، ان کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہے اور اگر کوتاہی ہے تو مسلمانوں کے عالموں، ذمہ دارو ں اور مالداروں میں ہے۔ (رسالہ مذکورہ:٦)

ہم اکیڈمی کے مسلمان عوام سے حسن ظن پر اس کوشکریہ ادا کرتے ہیں اور ہمارا بھی دعوی ہے کہ مسلمان غیر مسلموں کو ایذا وتکلیف پہنچانے اور ان پر ظلم وزیادتی کرنے سے دور ہیں ۔مگر حقیقت کو واضح کرنے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ مسلمان خود آپس میں نزاع وجھگڑے میں پڑ کر حقوق العباد میں کوتاہی کررہے ہیں۔خاندانی جھگڑے، جماعتی جھگڑے اور تعصّبات، ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے سے بازرکھے ہوئے ہیں۔نیز تجارت ومعاملات میں خدائی احکام کی خلاف ورزی بھی عام ہوگئی ہے۔لہٰذا یہ اور اس جیسی باتوں کی وجہ سے خدائی عتاب نازل ہوتا ہے۔

رہی وہ صفات جس کا ذکر اکیڈمی نے رسالہ (صفحہ/٦، /٧) میں کیا ہے کہ یہ اوصاف عام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔تو ہمیں بھی اس کا انکارنہیں ۔ بلا شبہ مسلمان بہت سی خوبیوں کا مالک ہے اور جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے ہزاروں درجہ زیادہ کا حامل ہے، مگر جیسا کہ عرض کیا گیا بعض اعمال بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر عتاب نازل ہوتا ہے ۔مثلاً علماء سے بغض ، ناپ تول میں کمی ، امانت میں خیانت، مال کے لئے نکاح کرنا وغیرہ اور ان برائیوں کا جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ،مسلمانوں میں شائع اور عام ہونا معلوم ہے۔بس اسی سے روکنے کے لیے علماءِ اہل

اسلام یہ عیوب بیان کرکے خدا کا ڈر اور خوف پیدا کرتے ہیں۔

رہے علماء وذمہ داران قوم، تو نہ علماء نے ہی یہ دعویٰ کیا، نہ قائدین اسلام نے کہ وہ معصوم ہیں۔ بلکہ ہم نے تو دیکھا ہے کہ علماء سے کوتاہی ہوتی ہے تو وہ پشیمان وپریشان ہوتے ہیں، توبہ وانابت الی اللہ میں مشغول ہوجاتے ہیں، احساس ندامت سے اشک بار آنکھوں کے ساتھ خدا کے حضور گڑ گڑاتے ہیں۔ اور عوام بھی غلطی کرتے ہیں، مگر یہ پشیمانی وپریشانی، یہ احساس ندامت اور توبہ وانابت ان میں نہیں دیکھی جاتی۔

غرض یہ کہ کوتاہی میں سب شامل ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ مگر پھر بھی علماء اور عوام میں فرق ہے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ مدعیان تحقیق کو سارے عیوب علماء میں نظر آرہے ہیں اور عوام میں کچھ نظر نہیں آرہے ہیں، جیسے بعض بے بصیرت اہل نظر کو ہندوستان کے تمام فسادات میں مسلمانوں کا قصور نظر آتا ہے، ہندوؤں کا نہیں۔ اگر نظر کے ساتھ بصیرت بھی حاصل ہوتی تو یوں نہ کہتے۔ یہی حال اکیڈمی کے محققین حضرات کا ہے۔

ایک سازش ہے یہ:

یہاں میں عوام کو خبر دار کرنا چاہتا ہوں کہ ان مدعیان تحقیق کے تعریف کرنے سے کسی خوش فہمی میں ہرگز مبتلا نہ ہوں۔ یہ سب دراصل ایک سازش ہے کہ مسلم عوام کا رشتہ علماء سے کٹ جائے، تا کہ عوام علماء کی گرفت میں نہ رہیں، ان کو اپنے سے اچھا نہ خیال کریں۔ بلکہ عوام کے دل میں یہ بیٹھ جائے کہ ہم ہی تمہارے علماء سے اچھے ہیں، ہم میں کوئی عیب وکوتاہی نہیں، سارا قصور تمہارے علماء میں ہے۔ یہ سازش نئی نہیں، بلکہ عیسائیوں نے اسپین میں اس طرح عوام کو بدظن کرکے ان کا علماء سے رشتہ توڑا تھا اور آخر کار وہ سب کچھ ہوگیا جس کی توقع اس وقت ہرگز نہ کی جاسکتی تھی۔ جب علماء کا رشتہ عوام سے اور عوام کا علماء سے قائم رہتا۔

ممکن ہے کہ اکیڈمی کے ان کوتاہ نظروں کی نظر میں یہ بات نہ ہو کہ ان کے اس تجربہ وتحقیق کا اثر لازماً یہی مرتب ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہے۔مگر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کسی چیز کا اثر مرتب ہونے میں اس اثر کے مرتب کا علم ہونا ضروری نہیں۔اگر زہر کو مٹھائی سمجھ کر کھایا جائے گا تو بھی ہلاکت ہوگی۔ضروری نہیں کہ زہر کا زہر ہونا پہلے سے معلوم ہو۔ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اکیڈمی نے سازش کے طور پر نہ صحیح،حقیقت سمجھ کر ہی صحیح اپنی جو تحقیق پیش کی ہے وہ اپنا اثر ضرور کرے گی اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ ان کی یہ تحقیق کہ علماء میں زیادہ کوتاہی ہے۔سراسر غلط ہے، بلکہ علماء میں کوتاہی کم ہے اور اس پر بھی وہ پشیمان ہوتے ہیں۔

۞ زمانۂ رسالت اور گناہ گار:

ساہتیہ اکیڈمی کے محققین نے آگے چل کر کہا ہے کہ عوام محنت کش ہونے اور فرصت نہ پانے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے۔لہذا اسکو جرم بتا کر تمام برائیوں کی ذمہ داری اس پر ڈال دینا انصاف نہیں ہے، پھر کہا کہ اس قسم کے بے نمازی تمام مسلم ممالک جیسے سعودی عرب، پاکستان،ایران وغیرہ بلکہ تمام دنیا میں ہیں۔پھر ان پر ظلم کیوں نہیں ہو رہا ہے۔نیز یہ کہ حضورا کے دور میں بھی گناہ گار مسلمان تھے۔چوری، زنا،جھوٹ اور شراب نوشی اور بے نمازیوں کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔فرق یہ ہے کہ ان کی تعداد کم تھی۔(رسالہ مذکورہ:٦۔٧)

اس کا جواب یہ ہے :(ا) گناہ صرف نماز چھوڑنا ہی نہیں ہے۔عوام میں کئی گناہ رائج ہیں۔نماز کا ذکر علماء کی زبان پر بطور مثال آیا ہے جیسا کہ پہلے ہم واضح کر چکے ہیں۔لہذا یہ تاثر دینے کی کوشش کرنا کہ یہ صرف نماز نہ پڑھنے پر تمام برائیوں کی ذمہ داری اس پر ڈالی جارہی ہے،قصورفہم کا نتیجہ اور مضحکہ خیز ہے۔

(۲) مسلم ممالک اور دنیا کے دیگر حصوں میں بھی نماز سے غفلت برتنے

والے ہیں اوران پر عتاب کسی اور شکل میں ہے۔عتاب اورعذاب کی صرف ایک ہی شکل نہیں ہے ۔پاکستان میں بھی آپس کی لڑائیاں جاری ہیں، ظالم حکام کا سلسلہ موجود ہے ۔پھر کہیں مسلمان شہر بدر کیے جارہے ہیں، جیسے فلسطین میں ہوا۔نیز ظلم کی اور راہیں بھی اختیار کی جارہی ہیں ۔بوسنیا وغیرہ کے حالات معلوم ہی ہیں ۔اگر یہ سب نہ بھی ہوتو عتاب کبھی زلزلوں، آندھیوں، سیلاب، طوفان وغیرہ کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔لہذا ہندوستان میں جس نوعیت کا ظلم ہے، اسی نوعیت کا عتاب دوسری جگہ ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

(۳) زمانۂ رسالت میں گنہ گاروں کا وجود جس کا دعوی اکیڈمی نے کیا ہے۔ اگر تسلیم کرلیا جائے تب بھی اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ گناہ کی وجہ سے عتاب نہیں ہوتا؟ جب کہ بعضے دلائل بتاتے ہیں کہ حضورا کے زمانے میں بھی جب صحابہ سے غلطی ہوئی تو ان کے لیے پریشانی کے اسباب پیدا کردیے گیے ۔مثلاً جنگ احد کے موقعہ پر حضور اکرم انے پچاس صحابہ کو ایک پہاڑ کے درہ پر مقرر کیا کہ یہاں سے کسی بھی حالت میں مت ٹلنا۔پھر ان صحابہ میں سے بعض نے غلط فہمی کی بنا پر اس حکم سے سرتابی کی تو اللہ نے فتح کو شکست میں تبدیل کردیا۔نیز جنگ حنین کے موقعہ پر مسلمانوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا تو اللہ نے مسلمانوں کو شکست دیدی۔جس کا ذکر تو سورہ توبہ: میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾[التوبة: ۲۵]

(کہ تم پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ سے اگر کچھ غلطی ہوئی تو اللہ نے ان پر بھی عتاب کیا ہے۔اس کے علاوہ سوچئے کہ صحابہ کا پورا معاشرہ ایک صالح معاشرہ تھا جس میں اخلاقی ودینی اقدار کو بلندی حاصل تھی۔اگر وہاں اکا دکا بے نمازی ہو یا کسی سے

اتفاقیہ زنا کا صدور ہوجائے تو کیا اس کو ہمارے معاشرہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اور دونوں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر رکھا جاسکتا ہے؟

صحابہ فرماتے ہیں کہ نماز تو نماز، جماعت کے چھوڑنے کی بھی وہاں کسی میں ہمت نہ تھی۔ حتی کہ منافقین بھی برابر جماعت میں حاضر ہوتے اور کسی کو چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو دو آدمیوں کے سہارے وہ مسجد کو آتا۔(۱)

کیا ایسے معاشرہ پر یہ حکم لگانا کہ وہاں بھی گناہ گار و بے نمازی تھے۔ کوئی انصاف کا تقاضا ہے یا تحقیق کا مقتضا؟ اس کے علاوہ کبھی کسی صحابی سے کسی غلط کام کا صدور ہوگیا تو وہ بے چین ہوکر، حضور اکرم ا کے دربار میں حاضر ہوتے اور اس کے بارے میں خدا اور رسول کا حکم اپنے اوپر جاری کراتے تھے۔ جیسے حضرت ماعز اوغامدیہ عورت کا واقعہ حدیث میں آیا ہے۔ اس کے برعکس ہمارے معاشرہ میں گناہ کرکے فخر کیا جاتا ہے، برائی کا احساس تک نہیں ہے، نماز کی دعوت دینے والوں کو گالی دی جاتی ہے۔ بتاؤ دونوں معاشرے ایک ہیں؟ پھر آخر میں میں خودساختہ محققین سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ صحابہ کے دور میں کسی مستقل چور، ڈکیٹ، زنا کار، جواری، شرابی وغیرہ کی نشاندہی کریں، جیسے ہمارے معاشرہ میں لاکھوں ایسے افراد ہیں۔ کیا یہ بے عقل محقق اسکی نشان دہی کرسکتے ہیں؟

۞ مساجد پر کس کا قبضہ ہونا چاہیے؟:

ان محققین وہمدردان مسلم عوام نے آگے لکھا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے دن مسلمانون کے بزرگوں نے سماجی میل ملاپ کے لئے ہر شہر میں انجمنیں، عاشور خانے، ادارے وغیرہ بنائے جن کو برباد کردیا گیا یا کمزور و بدنام کردیا گیا، اور مسجدیں بچی رہیں، وہاں دنیوی معاملات پر بات چیت کی نہ اجازت ہے نہ مسجد اس کے لیے

(۱) مشکوۃ:۹۶

استعمال کی جا سکتی ہے اور مسجدوں پر علماء دین، پنج وقتہ نمازیوں اور کمیٹی کے اراکین کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ (رسالہ مذکورہ ۸۔۹)

ہم ان ہمدردانِ قوم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر علماء ونمازیوں ومسجد کے اراکین وخدمت گاروں کا مسجد پر قبضہ ہونا تمہاری نظر میں کھٹک رہا ہے تو یہ بتاؤ کہ مسجدوں پر کس کا قبضہ ہونا چاہئے؟ بے نمازیوں کا، شرابیوں کا، زناکاروں کا، جاہلوں کا، مسجد کو لوٹ کر برباد کرنے والوں کا، کس کا؟

کس قدر جہالت وحماقت ہے کہ علماء ونمازیوں کا مسجد پر قبضہ بھی کھٹک رہا ہے۔ کیا یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات تھی؟ میں ان جاہل محققین سے کہتا ہوں کہ مسجد پر قبضہ تو اپنے لوگوں کا ہونا چاہیے اور قرآن کی یہ آیت اس کے لئے کافی ہے:

﴿اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ [توبہ:۲۴]

(مسجد کی آبادکاری تو صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت کو مانتے ہیں، اور جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے)

پھر یہ جو کہا کہ دنیوی معاملات کی مسجد میں اجازت نہیں۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ دنیوی معاملات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو خالص دنیوی۔ دوسرے وہ جس میں دینی وملی رخ ہو۔ دوسری قسم کے معاملات کا مسجد میں طے کرنا، اس پر مشورہ کرنا جائز ہے۔ اسکا کام ہر جگہ جاری ہے، مگر صرف ان کو نظر آتا ہے جو مسجد کو آتے ہیں، جو نہیں آتے بھلا ان کو کیسے نظر آئے گا؟ ہاں محض دنیا کے دھندے مسجد میں درست نہیں ہے۔ اس میں آخر اشکال کی کیا بات ہے؟

علماء کا اختلاف اور جہالت کا کرشمہ:

ان مدعیانِ عقل وتحقیق نے بعض جماعتوں کا آپس میں اختلاف اور علماء کا

بعض مسائل میں اختلاف پیش کر کے، اپنی جہالت کا کرشمہ دکھایا ہے اور بعض ایسے امور کو بھی ان اختلافی مسائل میں پیش کیا ہے، جن میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ جہلا کا اختلاف ہے۔ مثلاً پائجامہ ٹخنوں کے اوپر ہو یا نیچے؟ یہ کوئی علماء میں اختلافی مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی مساجد میں اس مسئلہ پر کوئی بحث وجدال ہوتا ہے۔

پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہر مسجد لڑائی کا گھر بن چکی ہے۔ میں ان مدعیانِ عقل سے پوچھتا ہوں کہ کیا سیاست دانوں میں اختلاف نہیں ہوتا؟ کیا تمہارے ایوانوں میں آپس میں لے دے نہیں ہوتا؟ پھر کیا پارلیمینٹ ہاؤس کو لڑائی کا گھر کہنا روا ہے؟ کیا دو وکیلوں اور دو ججوں میں اختلاف نہیں ہوتا؟ کیا ڈاکٹروں اور انجینیر وں میں اختلاف نہیں ہوتا؟ کیا اسکولوں میں اساتذہ وذمہ داروں میں اختلافات نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو پھر علماء ودینی جماعتیں اور مساجد ہی تمہاری ملامت ومذمت کا نشانہ کیوں بنتے ہیں؟ پھر یہ بھی غلط ہے کہ تمام مسجدیں لڑائی کا گھر بن گئیں۔ کسی کسی جگہ لڑائیاں ہوتی ہیں، روزانہ ہر مسجد میں لڑائی نہیں ہے، یہ سراسر جھوٹ ہے اور ان مدعیان عقل کی جہالت کا کرشمہ ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ بعض ناخداترس لوگ بعض باتوں کو لے کر اختلاف کرتے ہیں۔ مگر اس سے تمام علماء ودینی جماعتوں کو بدنام کرنا جہالت کا کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ سب دراصل عوام کو علماء سے اور دینی جماعتوں اور خود مساجد سے بدظن ودور کرنے کی سازش ہے۔

❁ علماء دنیوی علوم سے نابلد ہیں:

اکیڈمی کے ماہرانِ علوم جن کو مضمون لکھنے کی بھی صلاحیت نہیں۔ علماء کے وقار کو کم کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ:

یہ علماء دنیوی علوم جیسے نفسیات، عمرانیات، سماجیات، سیاسیات تاریخ، فلسفہ

اور سب سے بڑھ کر ان سے ہر روز مقابلہ کرنے والے ہندو، ہندومت اور ہندوفلسفہ سے بالکل نابلد ہیں۔ ان سے ہمارا مطلب مسجدوں کے لاکھوں امام اور خطیب سے نہیں ہے، یہ ذمہ داری ساری کی ساری اسلامی مدارس اور تحریکوں کے مالکوں کی ہے۔

(رسالہ مذکورہ:۳۰۔۱۰ خلاصہ)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مساجد کے ائمہ وخطیب تو در کنار جن کا کوئی شمار ہی نہیں۔ اسلامی مدارس اور دینی تحریکات کے مالک وذمہ دار علماء بھی ان دنیوی علوم سے نابلد ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض میرے نزدیک اور انشاء اللہ ہر صاحبِ عقل و بصیرت کے نزدیک مجنوں کی بڑ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ علماء نے اپنے لیے ایک میدان منتخب کیا ہے کہ علومِ شریعت سے اپنے کو آراستہ کریں گے اور پھر ان کو اختیار کر کے زندگی گذاریں گے اور ان ہی علوم کی تادمِ آخر نشر واشاعت اور ترویج وتبلیغ کریں گے۔ اور علومِ شریعت نے الحمدللہ ضروریات کے پیش نظر ہر مفید علم کو اپنے اندر سمولیا ہے۔ اس میں سیاست بھی ہے، نفسیات بھی ہے، تاریخ بھی ہے اور اخلاق کا فلسفہ بھی ہے۔ اب ان علماء سے یہ کہنا کہ تم اس فن وعلم سے نابلد ہو، تم کو یہ بھی کرنا چاہیے، یہ بھی بننا چاہیے۔ تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر سے کہے کہ تم کیا ہو، صرف ڈاکٹر بن گیے۔ تم کو کارپنٹر بھی بننا چاہیے، ٹیلر بھی بننا چاہیے، کھیتی کرنا بھی سیکھنا چاہیے وغیرہ۔ بتایے ڈاکٹر کو یہ مشورہ دینے والا پاگل قرار نہ پائے گا؟ پھر علماء کو یہی مشورہ دینے ولا مجنون کیوں نہیں ہوگا؟ کیا علماء کے ذمہ ہی ہر چیز ہے۔ دوسروں کے ذمہ کچھ نہیں؟

دوسرے یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ علماء میں سے کوئی بھی ان علوم سے واقف نہیں ہے۔ بہت سے علماء دنیوی علوم وفنون میں اپنے ذوق کے موافق کسی کسی علم کو حاصل

کیے ہوئے ہیں۔مگر یہ تو ضروری نہیں کہ ہر عالم تمام علوم سے واقف ہو اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ کیا دنیوی علوم کی مہارت کے دعویدار یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام علوم سے واقف ہیں ۔سائنسداں تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے، تاریخ داں سائنس کو نہیں جانتے۔ سیاست داں سائنس داں نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر انجینیر نہیں ہوتے۔ پھر علماء ہی اس بارے میں کیوں قابل ملامت ہیں؟ ان کو ان کے فن وعلم کے لحاظ سے دیکھئے؛ میں پوچھتا ہوں کہ مذکورہ رسالہ کے مترجم صاحبان جو اپنے نام کے ساتھ اڈوکیٹ لگائے ہوئے ہیں۔کیا وہ بھی ان سب علوم سے واقف ہیں؟

غرض یہ کہ یہ سب جہالت وحماقت اور سب سے بڑھ کر شرارت کی وجہ سے کیا جارہا ہے۔ ورنہ یہ اعتراض کسی عقلمند کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔رہا ہندو فلسفہ کا علم تو اسکی تردید وابطال کے لئے بطور فرض کفایہ بعض علماء اسکو جانتے ہیں ،مگر سب کو اس کے جاننے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی سب پر یہ لازم ہے۔الحمدللہ علماء کے طبقے میں اس کے اصل مرجع وماخذ پر گہری نظر رکھنے والے اور اسکی اصل زبان سے اس کو جاننے اور اس کو سمجھنے والے موجود ہیں اور اس سلسلہ میں کام بھی کررہے ہیں مگر یہ کام نہ سب علماء کو کرنے کا ہے، نہ اسکی ضرورت۔

یہ معلوم ہے کہ ہر کام ہر آدمی کرے تو بھلائی کے بجائے خرابی ہی رونما ہوگی۔ اسی وجہ سے خود شرعی علوم میں بھی ہر علم کی مہارت ہر عالم کو نہیں ہوئی۔لہذا علماء بھی ایک دوسرے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور صحیح اصول وطریقہ بھی یہی ہے۔

مساجد اور سادگی :

آگے چل کر رسالہ مذکورہ میں علماء ودینی جماعتوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ بڑی بڑی مسجدیں، عالی شان قالین کے ساتھ اور اونچی میناروں وگنبدوں کے ساتھ بناتے ہیں۔حالانکہ اس روپیہ سے ہاسپٹل، ہاسٹل، سماجی مراکز بھی قائم کیے

جا سکتے اور غریبوں کو مکانات بنا کر دیے جا سکتے ہیں۔ مسجدیں سادہ بنانا چاہیے وغیرہ۔
(رسالہ مذکورہ:۱۰)

میں اکیڈمی کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ خود حضرات علماء بھی یہی کہتے ہیں کہ مساجد سادہ طرز کی بنائی جائیں، جیسا کہ کتب فقہ میں لکھا ہے۔ مسجد بنانے والے اکثر جگہ عوام ہوتے ہیں جو علماء کے ان اقوال کو یا تو جانتے نہیں یا مانتے نہیں۔ ممکن ہے بعض جگہ علماء سے بھی کوتاہی ہوگئی ہو مگر ایسا نادر ہے۔ رہی بات اونچی مناروں کی کہ یہ مسجد کی علامت ہونے کی وجہ سے قابل تنکیر نہیں ہے۔

قذافی[1] کا ارشاد:

پھر ان محققین نے علماء و دینی جماعتوں کو بھکاری کا لقب بھی عطا فرمایا ہے اور پھر اپنی بات کی تائید میں معمر قذافی کا یہ ارشاد بھی پورے احترام سے نقل کیا ہے کہ ''ہندوستان کے مسلمان موت سے پہلے کی نہیں، بلکہ بعد کی زندگی کے لیے پریشان ہیں، یہ صرف مسجدوں اور قبرستانوں کے لیے روپیہ مانگتے ہیں، کسی اور کام کے لئے نہیں۔ (رسالہ مذکورہ:۱۱)

(اسکے بعد بلا سمجھے ہی جہاد و ایمان کی فضیلت میں آئی آیات کو پیش کر دیا ہے)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ دین کے لیے چندہ مانگنے کو بھیک اور مانگنے

(۱) قذافی صاحب کے نظریات وہی ہیں جو جمال عبد الناصر کے تھے، ہم اس سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی کتاب ''مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش،، سے قذافی کے نظریات پیش کرتے ہیں۔

قذافی کا خیال ہے کہ اسلام جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے، اس انقلابی عہد کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ انہوں نے ایسے بیانات دیے جو اسلام کے تسلیم شدہ افکار و نظریات کے خلاف تھے۔ ان کے نزدیک حدیث کی صحت مشکوک ہے اور حدیث پر اعمال کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں۔ وغیرہ (دیکھو مذکورہ کتاب: ۲۱۸ تا ۲۲۴)

والوں کو بھکاری کہنا ایسا ہی ہے جیسے بعض لوگوں کا قول اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَاءُ﴾ [آل عمران:۱۸۱]

(کہ اللہ فقیر و بھکاری ہے ہم مالدار ہیں)

ظاہر ہے کہ اس سے اللہ فقیر نہ ہوا۔ اسی طرح علماء بھی بھکاری نہ ہوئے۔ رہا مسٹر قذافی کا قول تو اس کو بھی اور اس کے ساتھ اس کے ہمنوا محققین بے مایہ کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ موت کے بعد کی زندگی کے لیے پریشان ہوتا ہے اور جس کی یہ شان نہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔ پورا قرآن اس قسم کے مضامین سے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کفار کی صفت یہ بتائی ہے کہ:

﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا﴾

(کہ وہ دنیوی زندگی پر خوش ہوتے ہیں)

اور دنیوی زندگی کو ترجیح دینے پر قرآن نے انکار کیا ہے:

﴿بَلْ تُوْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا﴾ [الاعلیٰ:۱۶]

(کہ تم دنیوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو)

معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کے بجائے آخرت اور بعدِ موت والی زندگی کے لیے پریشان ہونا، مسلمان کی علامت ہے اور اس کے لیے ضروری ہے۔ اب قذافی صاحب خود ہی غور کر لیں کہ وہ دنیا چاہتے ہیں یا آخرت اور یہ کہ آخرت کو ترجیح دینے والے قرآن کے مطابق کر رہے ہیں یا تم؟

رہا قذافی کا یہ کہنا کہ یہ ہندوستانی مسلمان صرف مسجدوں اور قبرستانوں کے لیے چندہ مانگتے ہیں، کسی اور کام کے لیے نہیں۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔

قبرستان کے لیے چندہ ممکن ہے بعض قبر پرست لوگ مانگتے ہوں۔ سب پر یہ الزام رکھنا سراسر تقاضائے انصاف سے بعید ہے اور مسجدوں کے لیے چندہ مانگنا برا

نہیں، بلکہ ضرورت کے لیے ہے۔ پھر صرف مسجدیں ہی نہیں، علماء دینی تعلیم کے لیے مدارس ومکاتب کو بھی جگہ جگہ قائم کرتے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور ملی ودینی خدمات بھی انجام دی جارہی ہیں اوراسی چندہ سے الحمدللہ ہندوستان میں دینی مدارس نے وہ کام کیا ہے اور کررہے ہیں کہ اسلامی مما لک میں حکومتیں بھی اسکا تصور نہیں کر سکتی ہیں۔ اور قذافی صاحب ہوں یا انکے ہمنوا ہوں، یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ ساری خدمات عربی حکومتیں یا مسلم حکومتیں یا عرب کے شیوخ کے چندوں سے انجام دی جارہی ہیں، بلکہ یہ سب دراصل ہندوستانی مسلمانوں کے اخلاص وخلوص سے دیئے ہوئے چندوں سے انجام پارہی ہیں۔ اور ہندوستان میں ان ہی خدمات سے دین زندہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دینی مدارس حکومت کے تعاون کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے، ان سے مانگنا تو در کنار۔ ہاں خلوص سے دینے الے غریبوں سے تعاون چاہتے ہیں۔

رہی جہاد کی فضیلت جس کا حوالہ قرآن کی آیات سے دیا گیا ہے، تو الحمدللہ اس پرانہی بوریوں پر بیٹھ کر پڑھانے والے اور پڑھنے والوں کو زیادہ یقین ہے۔ اور وقت پر یہی لوگ اس پر آگے آتے ہیں۔ دیوبند کا مدرسہ ہو یا اسکے نقش قدم پر چلنے والے ہزاروں مدارس، ان کے فارغین نے جہاد کے ہر میدان میں حصہ لیا ہے۔ اور کفر خواہ کسی شکل میں ظاہر ہوا ہو، اس کا پوری شدت وقوت سے مقابلہ کیا ہے اور کررہے ہیں۔ جہاد صرف تلوار لے کر نکلنے کا نام نہیں، سلطانِ جائر کے سامنے کلمۂ حق کہنا بھی جہاد ہے اور بڑا جہاد ہے۔ نیز ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد ان ہی بوریانشین اور مدرسوں کی چہار دیواری میں بند علماء نے شروع کی تھی، اوراس کی کامیابی کا سہرا بھی حقیقت میں ان ہی کے سر ہے۔ اگر چہ تاریخ کے ورق الٹنے والے محققین تاریخ کے ان حقائق سے ناواقف ہیں۔ بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ یہ ہندوستانی مسلمان

(علماء) صرف مسجدوں کے لیے چندہ نہیں مانگتے، بلکہ دین کے تمام شعبوں میں پوری تندہی کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں، اور قذافی جیسے بے ایمانوں کی جڑیں اکھاڑنے میں مصروف ہوکر جہاد کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ (وللہ الحمد علی ذلک)

تبلیغی جماعت پر ناروا حملے:

اکیڈمی کے محققین نے بعض جماعتوں پر کھل کر تنقید کی ہے اور جماعت اسلامی کے ساتھ تبلیغی جماعت کو بھی اپنے حملوں کا نشانہ بنایا ہے۔ یہاں میں واضح کروں کہ ہمیں جماعتِ اسلامی کے اسلام کی تعبیر وتشریح کے متعلق موقف سے قطعی طور پر اختلاف ہے۔ اسی طرح اس کا حضرات صحابہ وسلف صالحین کے متعلق موقف ہماری نظر میں نہایت غلط ہے۔ مگر ان محققین نے اس پر جو تنقید کی ہے وہ اس موقف پر نہیں ہے، بلکہ دیگر امور پر ہے۔ چونکہ ان امور کے متعلق جماعت اسلامی کا نقطہ نظر ہمیں معلوم نہیں۔ لہذا ہم اس سلسلہ میں کوئی وضاحت پیش نہیں کر سکتے اور اسلام کی تعبیر اور اکابرین امت وسلف صالحین کے متعلق اس کے موقف کو جو ہم غلط سمجھتے ہیں، اسکی وضاحت کا یہ موقعہ نہیں ہے اور نہ یہاں اسکی ضرورت ہے.

تبلیغی جماعت پر پہلا اعتراض اور جواب:

البتہ تبلیغی جماعت کے متعلق ان محققین نے جو کہا ہے۔ ہم اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک بات یہ کہی ہے کہ (اس تبلیغی جماعت) کی قیادت کو زمین کی سطح کے نیچے کی قبر اور آسمانوں کے اوپر کی جنت کے علاوہ کسی اور چیز سے کوئی سروکار نہیں۔ (رسالہ مذکورہ:۱۳)

میں کہتا ہوں کہ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ تبلیغی جماعت کی قیادت قبر اور جنت میں راحت کی زندگی کی خاطر نیک اعمال، اور یقین وایمان کی تحصیل میں لگی ہوئی ہے، تب تو یہ بات قابل اعتراض ہے ہی نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اور خود

قرآن واسلام نے بھی اسی کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر قذافی کے قول کی تردید کے موقعہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اگر یہ جرم ہے تو میں کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت اور اس کی قیادت سے بڑھ کر اس جرم کے مرتکب نبی کریم ﷺ وصحابہ واسلاف امت ہیں۔ اگر اسی کا نام جرم ہے تو ہمیں اقرار ہے اور فخر کے ساتھ اعتراف ہے کہ ہم بھی اس جرم کے مرتکب اور اس گناہ کے مجرم ہیں۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ شرعی حدود میں رہتے ہوئے بھی دنیا کو حاصل نہیں کرتے، بلکہ رہبانیت اختیار کیے ہوئے ہیں، تو یہ ان پر صریح بہتان ہے اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ وہ حضرات جو تبلیغی جماعت سے منسلک ہیں، ان میں ڈاکٹر بھی ہیں، انجینیر بھی ہیں، تاجر پیشہ بھی ہیں، مزدور وملازم بھی ہیں، مالدار بھی ہیں، غریب بھی ہیں اور اسکی قیادت کرنے والوں میں علماء ہیں جو ان لوگوں کو ان دنیوی معاملات میں شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ لگے رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہاں وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ دنیا برائے دنیا کافرانہ مزاج ومذاق ہے۔ مسلمان دنیا برائے آخرت کا قائل ہے۔ لہذا ہر چیز آخرت کے لیے کی جائے اور یہ بعینہ اسلام کی تعلیم ہے۔

۞ تبلیغی جماعت پر دوسرا اعتراض اور جواب:

آگے ان مدعیان تحقیق نے لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت اور اسکی قیادت کو صرف جنت کی فکر ہے۔ کوئی پرواہ نہیں کہ ہندو نازی مسجد کو ڈھادیں، امینہ کے چہرے سے نقاب نوچ دیں، سرکار دوعالم ﷺ کی ازواج مطہرات کا نعوذ باللہ ٹھٹھا اڑائیں، کامن سیول کوڈ کی جدوجہد کریں، مسلمانوں کے بزرگوں کو مجرم، لفنگے اور تباہ کار قرار دیں۔ سرکار دوعالم ﷺ پر حملے ہوتے ہیں، لیکن جماعت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ ایران کا اسلامی انقلاب، بغداد پر بمباری، بوسینیا میں مسلمانوں کا قتل عام یہ سب معاملات

تبلیغی جماعت کو معلوم تک نہیں، بابری مسجد تبلیغی مرکز سے چند میل پر شہید ہوئی ہے ،مگر اس کی لیڈر شپ پر جوں تک نہیں رینگتی وغیرہ۔(رسالہ مذکورہ :۱۴)

راقم عرض کرتا ہے کہ اس ساری بکواس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں سے حضورا، آپ کی ازواج، مساجد و دینی اداروں سے، جماعت تبلیغ کو کوئی دل چسپی نہیں۔ان چیزوں سے نہ محبت ہے اور ان پر حملوں سے نہ ان کے دلوں میں درد ہوتا ہے اور ان چیزوں پر ہونے والے حملوں کا ان تبلیغی لوگوں کو علم بھی نہیں ہے۔

میں ان مدعیان تحقیق سے یہ پوچھتا ہوں کہ مثلاً دکن ہیرالڈ میں شائع ہونے والی چھوٹی کہانی پر جن لوگوں نے ہندوستان اور دنیا کے مختلف حصوں وخطوں میں احتجاج کیا اور اس کہانی کی تردید کی اور اس کے خلاف کاروائیوں میں حصہ لیا، کیا ان میں جماعت تبلیغ کے افراد شامل نہیں تھے؟ اور اگر تھے اور یقیناً تھے اور ہر جماعت کے افراد سے زیادہ تھے تو یہ کیا کوئی تحقیق کا تقاضا تھا کہ اسکے خلاف تم لوگوں نے لکھا ہے یا جہالت وشرارت کا یہ کرشمہ ہے؟

بابری مسجد کی شہادت پر جماعت کی قیادت کے کانوں پر جوں نہ رینگنا، ان کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا؟ غالباً تم یوں کہو گے کہ کوئی اخباری بیان ان کی طرف سے جاری نہیں ہو، اریڈیو، ٹیلیویژن اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے ان کی طرف منسوب کوئی بات شائع و جاری نہیں ہوئی۔

مگر میں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا آخر اس کا کیا نتیجہ ہوا؟ پھر بے نتیجہ بات میں مشغول ہونے کی ان کو اگر کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تو یہ کونسا جرم ہے؟ بیشک انہوں نے یہ سب نہ کیا، مگر انہوں نے ایک کام وہ کیا جو ان اخباری بیانات جاری کرنے والے لوگوں میں سے اکثر نہیں کرتے ،یعنی خدا کی طرف توجہ اسی سے مدد واعانت کی درخواست، نیز اہل اسلام کو دین پر چلنے کی تعلیم وتلقین۔ بلا

شبہ انہوں نے جلوس نہیں نکالا، احتجاجی جلسے نہیں کیے، نعرے نہیں مارے اور دعوے نہیں کیے۔ اس لیے کہ یہ سب مفید و نتیجہ خیز چیزیں نہیں ہیں۔ اور اگر کسی درجہ میں یہ مفید ہے تو یہ سمجھا کہ یہ کام بہت سے اور لوگ بھی کر رہے ہیں اور بعض جماعتیں تو اسی کام کے لیے اپنے کو وقف کی ہوئی ہیں، پھر تبلیغی جماعت بھی اس کو کیوں کرے؟ اور جو اصل کام تھا کہ خدا سے مدد حاصل کی جائے، یہ کام اس نے اپنے ذمہ لیا اور اس میں مشغول رہی۔ آخر یہ کونسی قابل اعتراض بات ہے؟

رہا یہ کہنا کہ ایرانی انقلاب وغیرہ کی ان کو خبر تک نہیں۔ یہ خود ان محققین کی بے خبری کا نتیجہ ہے۔ پھر یہ بھی حیرت انگیز بے خبری ہے کہ ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب قرار دیا اور سمجھا جائے، یہ ایران کا انقلاب اسلامی انقلاب نہیں، یہ تمہاری جہالت کا کرشمہ ہے کہ اسکو اسلامی انقلاب کا نام دیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کے نام پر ہونے والے اس انقلاب کے بعد اہل سنت پر وہاں کیا کیا مظالم ڈھائے گئے اور خود اسلام کے خلاف کیا کیا ہوا؟ اگر نہیں معلوم تو اپنی جہالت پر رونے کی ضرورت ہے اور دوسروں پر طعن کرنے سے قبل اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔

تیسرا اعتراض اور جواب:

آگے لکھا ہے کہ اس کے (جماعت تبلیغ کے) اراکین کو کانا پھوسی کے ذریعہ مسجدوں کے منتظمین کے اندر نئے نئے تضادوں کے اٹھانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ آیا یہ تسبیح پڑھی جانی چاہیے یا دوسری پڑھی جائے؟ (رسالہ مذکورہ :۱۴)

یہ بھی سراسر بہتان والزام ہے، جس کو حقیقت سے کوئی علاقہ نہیں۔ اگر یہ حقیقت ہے تو اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے، محض دعوی قابل قبول نہیں ہوا کرتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ تبلیغی جماعت سے منسلک بعض افراد نے اس قسم کی کسی حرکت کا ارتکاب کیا ہو، مگر اسکی ذمہ داری جماعت پر یا اس کی قیادت پر نہیں ہے، یہ بعض افراد کا اپنا ذاتی عمل ہے۔

دوسرے ان مدعیان تحقیق کو یہ سوچنا چاہیے کہ اگر کسی تسبیح وعبادت کی مروجہ شکل شریعت کے خلاف ہو اور تبلیغی جماعت یا اس کے کچھ افراد اس بدعت کی اصلاح کے لیے کوشاں ہوں، تو اسکو تضاد و نزاع قرار دینا کیا جہالت نہیں ہے؟

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بعض لوگوں کو مسجد میں ایک خاص طریقہ پر جو سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں، ذکر کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو بدعتی قرار دے کر مجلس سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔(۱)

احقر نے اس واقعہ کی تفصیل مع حوالہ اپنے رسالہ منکرات رمضان میں پیش کی ہے۔ اسکو دیکھ کر کوئی ان محققین کی طرح حضرت عبداللہ کو تضاد و نزاع برپا کرنے والا قرار دے تو کیا یہ اسکی جہالت نہیں ہے؟ ممکن ہے اسی طرح کی چیزوں پر تبلیغی جماعت نکیر کرتی ہو اور طریقۂ سنت کے اجراء کی کوشش کرتی ہو۔ آخر تم کو کیا حق ہے کہ اس پر معترض ہو؟

چوتھا اعتراض اور جواب:

آگے لکھا ہے کہ نوعمر لڑکوں کو ہر روز بھرتی کیا جاتا ہے اور ان کے ہاتھوں میں تسبیح تھمائی جاتی ہے اور انہیں تسبیح کے دانے ڈھکیلنے اور بناوٹی رونے کی آوازیں نکالنے اور چیخ چیخ کر دعائیں مانگنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اور ایسے ڈرانے کے لئے بجلی کا سوئچ بند کرکے اندھیرے میں کیا جاتا ہے، تاکہ اللہ کی مہربانیوں کا نزول ہو۔ یہ ادارہ بے مقصدیت کے عذاب میں مبتلا ہے اور اسکے اراکین اپنے چاروں طرف احساس برتری کی ہوا اڑاتے ہوئے گھومتے رہتے ہیں۔ (رسالہ مذکورہ: ۱۵)

ناظرین غور کریں کہ مذکورہ عبارت آیا کسی تحقیق کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی ہے یا محض عناد و بغض کے نتیجہ میں؟ کیا ان محققین کو یہ نہیں معلوم کہ تبلیغی جماعت لوگوں کو

(۱) دیکھو دارمی: ۱/۴۹

نماز سکھاتی ہے، اسلامی تعلیمات کی طرف توجہ دلاتی ہے، حلال وحرام کے فرق کوملحوظ رکھنے کی ترغیب دیتی ہے اورذکر واذکار کی تعلیم کرتی ہے۔ان سب باتوں کو چھوڑ کر ہاتھوں میں تسبیح تھمانے اور تسبیح کے دانے ڈھکیلنے اور بناوٹی آوز نکالنے اور چیخ کر دعائیں کرنے کا تذکرہ کرنا، کیامحض الزام و بہتان نہیں ہے؟

تسبیح تھمائی نہیں جاتی بلکہ ذکر خداوندی کی حلاوت ان لوگوں کوتسبیح تھامنے پر مجبور کرتی ہے اورصرف ڈھکیلتے نہیں، بلکہ اسکے ساتھ خدا کی یادبھی ہوتی ہے اوراس طرح گنتی کا ثبوت شرع میں موجود ہے۔اور بناوٹی رونے کی بات تو خودبھی صحابہ سے مروی ہے۔حضرت ابوبکرصدیقؓ نے فرمایاتم میں جورو سکے وہ روئے اورجس کورونا نہ آئے تو وہ رونے کی صورت بنالے،اور یہی بات عبداللہ عمرو ابن العاصؓ نے بھی فرمائی ہے۔(۱)

اگر یہی تعلیم وتربیت تبلیغی جماعت والے دیں اوراس پرعمل کریں تو برا کیوں؟ ہاں تم جیسےلوگوں کو یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ دنیا کی عقل اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ رہی بےمقصدیت کی بات۔تو عرض ہے کہ واقعی تمہارا جومقصد ہے،اس کے لحاظ سے تبلیغی جماعت بےمقصد جماعت ہے،جیسے ہمارے نزدیک تمہاری حرکات وسکنات بےمقصد ہیں۔کیونکہ تمہارا مقصد دنیا ہے اور ہمارا آخرت۔مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا کی نظر میں کون با مقصد ہے؟ آخرت کومقصد بنانے والا یا دنیا کومقصد بنانے والا؟

قرآن وحدیث کا مطالعہ اورسیرت نبوی اوراسوہ صحابہ کا مطالعہ واضح وصاف انداز میں ہمیں اس نتیجہ پرپہنچاتا ہے کہ آخرت کی تیاری کے لیےاس دنیا میں انسان کو بھیجا گیا ہے، دنیااس کے لیے ایساراستہ ہے، جیسے مسافر کاراستہ۔یہ دنیا مقصدنہیں،

(۱)احیاءالعلوم للغزالی:۱۶۳/۴

منزل نہیں، وطن نہیں ہے۔آخرت ہی منزل ومقصد ہے۔لہذا ہم اس مقصد کے تحت زندگی کرنے کو با مقصد سمجھتے ہیں۔البتہ انسان ہیں تو کوتاہیاں ہوجاتی ہیں، پھر گڑ گڑا کراور رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا کر خدا کے حضور معافی چاہتے ہیں۔والحمدللہ علی ذلک.

صیاد اپنے ہی دام میں :

اکیڈمی مسلم لیگ اور اتحاد المسلمین کو با مقصد ادارے قرار دیا ہے اور مجلس مشاورت اور بابری مسجد کمیٹی اور علماء شمال کی شکایت ہے کہ وہ جنوبی ہند کی دانشمند قیادت کے سامنے سر جھکانے تیار نہیں۔یہ کون قائدین ہیں اوران کا کارنامہ کیا ہے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔شاید ایسے محقق لوگ ہی قائد ہوں گے جن کو بے تکی ہانکنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا اور وہ جاہلیت کے عمیق غار میں ہیں۔اسکے بعد ایک ذیلی عنوان،، مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار کون؟ کے تحت فرماتے ہیں:

کسی بھی قوم کی تباہی کی ذمہ داری قرآن پاک اس کے ان سرداروں پر ڈالتا ہے جن کو دنیا کی نعمتیں دی گئی ہوتی ہیں جو فسق میں مبتلا ہوجاتے ہیں (پھر ایک آیت بنی اسرائیل پیش کی ہے) (رسالہ مذکورہ:١٦)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں فسق کو تباہی و بربادی کا سبب قرار دیا ہے۔اور فسق کے معنی حد طاعت سے نکل جانے کے ہیں۔روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

”**خرجوا عن الطاعة**“ (کہ طاعت وفرمانبرداری سے نکل گئے) (١)

معلوم ہوا کہ فسق اطاعت سے نکل جانے کا نام ہے اور اطاعت تمام حدود اللہ کو پورا کرنے کا نام ہے۔خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔

(١) روح المعانی: ۴۳/۱۵

پس معلوم ہوا کہ فسق اور حقوق اللہ وحقوق العباد میں کوتاہی تباہی کا سبب ہے۔ اس سے ہم نے اوپر جو ثابت کیا تھا وہ ثابت ہوا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ان جاہل محققوں نے اوپر اس کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ نماز نہ پڑھنے سے یا حقوق اللہ میں کوتاہی سے دنیا میں تباہی وظلمت نہیں ہوتا۔ خدا کی قدرت کہ صیاد اپنے ہی دام میں آ گیا اور حق ظاہر ہو گیا۔ لہٰذا یہی آیت ہماری تائید کر رہی ہے اور تمہارا رد کر رہی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

❁ چور کی ڈانٹ کوتوال پر:

اکیڈمی نے پر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی پر یہ الزام لگایا ہے کہ یہ مسلم عوام کے عیب بیان کرتے ہیں اور انکی خوبیوں پر نظر نہیں کرتے، جبکہ مسلم عوام میں بہادری، سچائی، اصولوں پر جان قربان کرنے کے لیے رضا مندی وغیرہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ عوام حضور ﷺ کے نام پر جہاد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر بنگلور میں دکن ہیرالڈ اخبار کی حضور ﷺ کے بارے میں توہین اور مسلمانوں کا ردعمل اور قربانی کا واقعہ پیش کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عیب تلاشی کا جو الزام تم نے لگایا ہے، اس میں تم خود مبتلا ہو۔ اب تک تبلیغی جماعت پر جو الزام تراشی وعیب تراشی تم نے کی ہے، یہ کس اصول سے درست ہے؟ اسی کو کہتے ہیں "چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے" اور یہی ہے "چوری اور سینہ زوری"۔ اور یہ بتاؤ کہ تبلیغی جماعت میں شامل افراد میں کوئی خوبی نہیں، کیا تم نے اسکو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں؛ بلکہ تم نے تو عیب تلاشی ہی نہیں بلکہ الزام تراشی کی ہے، جو عیب تلاشی سے بڑھ کر جرم ہے۔

دوسرے عیب تلاشی اصلاح کے لیے کی جائے تا کہ غلط کار لوگ اپنی اصلاح کر کے خدا کے محبوب بندے بنیں۔ تو یہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ ضروری ہے۔ ورنہ

قرآن وحدیث میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید کیوں کی جاتی ؟ صحیح یہ ہے کہ تم نے جس کو عیب تلاشی کہا ہے، اس کو عیب تلاشی کہتے ہی نہیں ۔ یہ نہی عن المنکر کہلاتا ہے۔اور یہ کام تو انبیا نے بھی کیا ہے۔ ہاں تم نے تبلیغی جماعت کے اوپر اب تک جو بکواس کی ہے، یہ ضرور عیب تلاشی والزام تراشی میں داخل ہے۔

اچھا یہ بھی پوچھنا ہے کہ دکن ہیرالڈ کے واقعہ میں یا اس طرح کے دیگر واقعات میں شہید ہونے والے لوگ کیا تبلیغی جماعت و جماعت اسلامی سے منسلک نہیں ہوتے ؟ تم جن کو عوام کہتے ہو وہ آخر کون ہیں؟ ہم دعوی کے ساتھ کہتے ہیں کہ پچاس فیصد سے زیادہ دینی جماعتوں میں سے صرف تبلیغی جماعت سے منسلک افراد اس میں ہوتے ہیں۔تو تم جن کی برائی اوپر کر آئے ہو وہ ہی دراصل یہ جہاد کا میدان بھی جیتتے ہیں۔ اگر نہیں ؛ تو تم اس کو ثابت کرو کہ ایسے مواقع پر تبلیغی جماعت کے افراد نہیں ہوتے ۔اگر نہ ثابت کر سکو تو اپنی تحقیق وعقل کی خیر مناؤ۔

مصائب کا اسلامی فلسفہ:

تبلیغی جماعت اور دیگر جماعتوں پر الزام تراشیوں کے بعد محققینِ ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ:

مسلمانوں پر ہر اس وقت ظلم ہوا ہے جب وہ اسلام کی خاطر کھڑے ہوئے ہیں اور جب اسلام کو چھوڑتے اور آرام سے بیٹھے رہتے ہیں، تو انہیں بھلا دیا جاتا ہے۔ مکہ کے گیارہ سالہ دور میں سرکار دوعالم ااور صحابہ کرام پر پتھر برسائے گئے ، مارا پیٹا گیا ، بے عزت کیا گیا ، جلتے ہوئے انگاروں اور گرم ریت پر لٹایا گیا۔ کیا یہ تکلیفیں اس لیے دی گئی تھیں کہ انہوں نے اسلامی شعائر کو چھوڑ دیا تھا ؟ نہیں ؛ بلکہ اس لیے کہ وہ اسلامی شعائر پر شدت سے عامل تھے۔(رسالہ مذکورہ :۱۷۔۱۸)

پھر آگے چل کر بھی اسی قسم کی باتیں دہرائی گئی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

اس قسم کی مصیبتوں کو قرآن پاک آزمائش بتاتا ہے۔ یہ جماعتیں (تبلیغی واسلامی) ان مصائب کو آزمائش سمجھ کر مسلمانوں پر الزام لگانا، کیوں نہیں بند کر دیتے؟

(رسالہ مذکورہ :۱۸)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ان محققین کی نظر صرف ایک طرف گئی ہے۔ دوسری طرف سے یہ لوگ غافل ہیں۔ اس لیے حقیقت تک رسائی سے محروم رہ گیے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں ہم یہ بتائیں کہ اسلام میں مصائب کا فلسفہ کیا اور کس طرح ہے؟

لوگ دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو خدائی احکامات اور اسلامی تعلیمات کو پوری طرح اپناتے ہیں۔ دوسرے وہ جو خدائی احکامات اور تعلیمات کو اپناتے نہیں یا اس سلسلہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔ مصائب وآفات تو دونوں قسم کے لوگوں پر آتے ہیں۔ مگر پہلے گروہ پر مصائب ان کے درجات کی بلندی اور عظمت اور بڑائی کی زیادتی کے لیے آتے ہیں، جب کہ دوسرے گروہ پر یہی مصائب سزا وعذاب بن کر نازل ہوتے ہیں۔

چنانچہ قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَ یَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ، وَاللّٰهُ لاَ یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ .وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكَافِرِیْنَ﴾

[آل عمران:۱۴۰۔۱۴۱]

(اگر تم کو زخم پہنچے تو اس (کافر) قوم کو بھی پہنچا ہے اور ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالی ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعضوں کو شہید بنائے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور تا کہ میل

کچیل سے صاف کردے ایمان والوں کواور مٹادے کافروں کو)

اس آیت میں صحابہ سے خطاب کر کے ان پر کافروں کی جانب سے ہونے والے ظلم کی حکمتیں بتائی گئی ہیں:

(۱) اہل ایمان کی آزمائش (۲) اہل ایمان کوشہادت کا مرتبہ دینا (۳) ان کا میل کچیل دور کرنا۔ یہ ہے آزمائش یا بلندیٔ درجات مگر قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾[شوری:۳۰]

جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے کاموں سے پہنچتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کی پاداش میں اور سزا کے طور پر بھی مصائب آتے ہیں۔ یہ فیصلہ کہ کن پر سزا کے طور پر اور کن پر آزمائش یا بلندیٔ درجات کے لیے مصائب آتے ہیں۔ بہت آسان ہے جو گناہوں میں مبتلا ہیں ان پر بطور سزا مصائب آتے ہیں اور جو شرع کے پابند ہیں، جیسے صحابہ ان پر مصائب بلندیٔ درجات کے لیے آتے ہیں۔

اب غور کیجیے کہ آج کے مسلمان کیا صحابہ کے طریقے پر ہیں؟ یا اس سے ہٹ کر ہیں۔ جو ہٹ کر ہیں ان پر مصائب سزا و عذاب کے طور پر آتے ہیں اور اکثر ایسے ہی لوگ ہیں۔ اسی لیے علماء اس کو کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ ہاں جو لوگ نیک ہیں اور شریعت کے پابند ہیں، ان کے لیے مصائب بلندیٔ درجات کے لیے آتے ہیں اور علماء اس کو بھی بیان کرتے ہیں، مگر اکثریت کا لحاظ کرتے ہوے۔ پہلی بات زیادہ بیان کی جاتی ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

ایک عمدہ مثال:

اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ بخار کے بارے میں اطبا کہتے ہیں کہ کئی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان میں سے دو وجہ عام ہیں: ایک گرمی۔ دوسری سردی۔ بعض دفعہ گرمی سے بخار ہوتا ہے اور بعض اوقات سردی سے ہوتا ہے۔ اگر سردی سے بخار ہوا ہو تو طبیب

اس کے موافق علاج تجویز کرے گا اور گرمی سے بخار ہوا ہو تو اس کے موافق علاج کیا جائے گا۔ اگر کوئی طبیب کسی شخص کو بخار ہونے پر دیکھے کہ سردی کی وجہ سے ہے اور اسکا علاج گرم ادویہ سے کرے اور کوئی صاحب جو فن طب سے واقف نہیں اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ بخار گرمی سے ہوتا ہے۔ یہ عرض کریں کہ بخار کا علاج گرم دوا سے کیوں کرر ہے ہیں؟ تو بتایئے! ڈاکٹر وطبیب اس کا کیا جواب دے گا؟ یہی نا کہ جناب یہ بخار گرمی سے نہیں سردی سے ہوا ہے۔ اگر آپ کو یہ معلوم نہ ہو تو آپ خاموش رہیں۔ اسی طرح مصائب بلندئ درجات کے لئے بھی آتے ہیں جیسے صحابہ کے اوپر آتے تھے۔ اور گناہوں کی وجہ سے بھی آتے ہیں، جیسے گناہ گاروں پر آتے ہیں۔ مصائب آنے پر صحابہ کا حوالہ دے کر یہ کہنا کہ صحابہ پر جیسے بلندئ درجات کے لیے مصائب آتے تھے، علماء یہاں بھی وہی بات کہیں۔ یہ جہالت ہے اور نا قابل التفات ہے۔

بہر حال علماء کا یہ کہنا کہ مصائب آج کی مسلم اکثریت پر حد شرع سے ہٹ جانے کی وجہ سے ہیں، بالکل صحیح ہے۔

کفار کا غلبہ کیوں؟

ان محقق حضرات نے آگے لکھا ہے کہ:

اگر مسلمان نماز اور روزے کی پابندی نہیں کرر ہے ہیں تو کیا مسلمانوں کے دشمن نازی نماز اور روزے کو اختیار کیے ہوئے ہیں کہ پوری کامیابی کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم ڈھار ہے ہیں اور تباہ کرر ہے ہیں۔ (رسالہ مذکورہ :۱۸)

اس عبارت کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محقق حضرات جس طرح دین سے بے بہرہ ہیں، تاریخ سے بھی ناواقف ہیں۔

شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گاروں پر اللہ تعالی ظالم لوگوں مسلط کر دیتا ہے۔ ہم نے اس مضمون کی آیت وحدیث پچھلی صفحات میں نقل کر دی ہے، ان کو

دہرانے کی ضرورت نہیں۔تاریخ کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل کی بے دینی وغفلت پر ان پر کئی دفعہ غیرقوموں کا تسلط ہوا، بابل کا بادشاہ بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور بہت ظلم ڈھایا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور کشت وخون ،اور قتل وغارت گری کی انتہا کردی۔ یہ بخت نصر مشرک تھا اور بنی اسرائیل گناہ گار مسلمان اس واقعہ کو قرآن میں،توریت میں کی گئی پیش گوئی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔قرآن کے اس مقام کی تشریح ہم پہلے کرآئے ہیں، دیکھ لیں۔

(۲) اسی طرح انطاکیہ کے بادشاہ نے جو کافر تھا،ایک سوستر سال قبل مسیح بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا، چالیس ہزار کو قیدی بنایا،مسجد کی بھی بے حرمتی کی۔ یہ واقعہ بھی توریت کی پیش گوئی کے حوالہ سے قرآن میں اسی جگہ مذکور ہے جس کا اوپر حوالہ آیا ہے۔ (۱)

(۳) بائبل کے مختلف مقامات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کی غفلت شعاری وبے دینی پر اللہ نے ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کردیا ہے۔ یروشلم کے بادشاہ صدقیاہ کے زمانہ میں یرمیاہ نبی پر وحی آئی کہ کوئی شخص کسی عبرانی بھائی بہن کو غلام باندی بنا کر نہ رکھے،آزاد کردے۔ پہلے تو لوگوں نے تعمیل کی، پھر اس سے پھر گیے۔اس پر خداوند تعالی نے ان لوگوں سے کیا فرمایا، وہ صحیفہ یرمیاہ کے مطابق ملاحظہ کیجیے:

''ہاں میں انکو ان کے جانی دشمنوں کے حوالہ کروں گا اور انکی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوراک ہوں گی اور میں شاہ یہوداہ صدقیاہ کو اور اسکے امراء کو ان کے جانی دشمنوں اور شاہ بابل کی فوج کے حوالہ کروں گا۔'' (۱)

(۱) تفصیل کے لیے تفسیر حقانی دیکھو

سوال یہ ہے کہ غلام باندی بنانے والے یہ بنی اسرائیل جو مسلمان تھے، ان پر جس دشمن قوم کو مسلط کرنے کی وعید سنائی جارہی ہے۔ یہ کیا بڑے بڑے اولیاء اللہ تھے؟ یا ان سے بڑے دشمن خدا تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ کفار ومشرکین تھے۔ شاہ بابل بنو کدرضر اور کسدی جن کو یہاں دشمن کہا گیا ہے، یہ کافر ومشرک لوگ تھے۔ جیسا کہ بائبل سے ظاہر ہے۔

بہر حال گناہ گار پر کافر کو مسلط کرنے کا قانون الٰہی پہلے سے چلا آرہا ہے۔ اس لیے یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کے دشمن کیا نماز روزے کے پابند ہیں؟ حیرت نہ کیجیے۔ بلکہ تاریخ وشرع کا علم حاصل کیجیے کہ حیرت ختم ہوجائے گی۔

اختتام:

جن باتوں پر بحث کی ضرورت تھی، الحمد للہ ان پر اختصار کے ساتھ کلام ہوگیا ہے۔ آگے جو باتیں رسالہ میں لکھی گئی ہیں، وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ ان کی صحت وعدم صحت کی ذمہ داری خود ان پر ہے اور وہ غلط بھی ہو تو ہمارے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جن اغلاط کی ضرورت محسوس ہوئی اور حقائق کی روشنی میں جن بنیادی دعووں کا ابطال ضروری تھا، ہم نے وہ کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو نیک توفیق دے اور ان کو دین پر جمادے اور ان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ فقط

حررہ العبد محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی
مدرسہ مسیح العلوم بنگلور ریکم نومبر ۱۹۹۳ء

(۱) صحیفہ یرمیاہ باب: ۳۵: ۲۰: ۲۱